مولانا نذر الحفیظ ندوی

# صدر بُش کی دو متضاد تصویریں ۔۔۔۔۔ آخری حل کیا ہو؟

امریکی صدر جارج بش نے ۲۷؍ جون کو واشنگٹن ڈی سی کے اسلامک سینٹر میں جو تقریر کی، ہندوستان کے امریکی سفارت خانہ نے اسے وحی الٰہی سمجھ کر ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان بڑے پیانے پر شائع کر کے تقسیم کیا ہے تاکہ امریکہ کی شبیہ بہتر دکھائی دے۔ وہ اس بات کا کھل کر اعتراف کرتے ہیں کہ اسلام نے اپنی خوبیوں سے پوری دنیا کو مالا مال کیا ہے، صدر نے اپنی اس تقریر میں کہا ہے کہ امریکیوں کو آزادی کی جو نعمت حاصل ہے اور ان کے اندر جو بے شمار خوبیاں ہیں وہ یہ ہیں: وہ پوری دنیا کے انسانوں کے صلاح و فلاح کے لیے سوچتے ہیں، وہ ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں لوگ اپنی مرضی کے مطابق بلا خوف و خطر اور بلا شک و شبہ زندگی بسر کرسکیں اور عبادت کرسکیں اور خفیہ پلیس کے اہل کاران کے دروازوں پر دستک نہ دیں۔ مذہبی لوگوں نے اس امر سے اتفاق کرلیا ہے کہ وہ اپنے روحانی نظریات دوسروں پر مسلط نہیں کریں گے اور اس کے عوض وہ اپنے عقیدے کے مطابق جیسا مناسب سمجھیں عبادت کریں گے۔ صدر نے فرمایا کہ ہمارے آئین میں اس کا وعدہ کیا گیا ہے یہ ہمارے ضمیر کی آواز ہے اور ہماری طاقت کا ماخذ ہے، انہوں نے مزید فرمایا کہ عبادت کرنے کی آزادی امریکی تشخص میں اتنی مرکزیت کی حامل ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ دوسروں کو اس سے محروم کیا جارہا ہے تو ہم اسے اپنا ذاتی مسئلہ بنالیتے ہیں۔ صدر نے اس سلسلہ میں روس و چین اور برما میں مذہبی آزادی پر لگی پابندی کو ہٹانے اور عیسائیوں اور یہودیوں، بدھوں اور مسلمانوں کو ان ملکوں میں آزادی کی نعمت فراہم کرنے کی امریکی کوششوں کا ذکر کیا، صدر نے اپنے زریں عہد میں دنیا کے تمام مسلمانوں پر امریکہ کے جو احسانات گنائے ہیں ان میں نائن الیون کے چھ دن بعد اسلامک سینٹر میں خود آکر امریکی مسلمانوں کے خلاف نفرت پر مبنی واقعات کی مذمت او۔آئی۔سی تنظیم میں امریکہ کی طرف سے ایک نمائندہ کی تقرری جو اسلامی ملکوں کی بات سنے اور ان کے ساتھ تبادلہ خیال کرے۔ بوسنیا اور کوسوو کے مسلمانوں کو ہلاکت سے بچانے کی کوشش، انڈونیشیا سے لے کر ملیشیا تک سونامی زلزلہ اور ایران و پاکستان میں آئے تباہ کن زلزلوں سے متاثر انسانوں کی فوری امداد ، پھر انہوں نے دارفور سوڈان، صومالیہ، افغانستان اور عراق کے لوگوں کی امداد کا ذکر کیا ہے۔ ان احسانات کو گنانے کے بعد صدر نے پوری دنیا کے باضمیر اور حساس لوگوں کو درپیش مذہبی انتہا پسندی کا مقابلہ کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فیصلہ کن لہجہ میں امریکی عزم و ارادے کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ ہم نے طے کرلیا ہے کہ پوری دنیا میں اعتدال پسندوں کو انتہا

پسندوں کے مقابلہ میں کامیاب بنائیں گے، اس سلسلہ میں صدر بش نے مشرق وسطی کا خاص طور سے ذکر کیا کہ وہاں انتہا پسندوں کا ایک گروہ زور پکڑ رہا ہے وہ مذہب کو طاقت کے حصول اور قبضہ کے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے، انہوں نے ان مذہبی دہشت گردوں کے تشدد آمیز کارروائیوں کی مثالیں دیتے ہوئے اپنی بات کو مدلل کرنے کی کوشش کی اور اپنی قیمتی معلومات کی انکشاف کرتے ہوئے فرمایا کہ ان انتہا پسند مسلمانوں نے افغانستان میں اساتذہ کو مار پیٹ کا نشانہ بنایا اور انہیں قتل کیا۔ عراق میں انہوں نے ایک بچہ کو قتل کر کے اس کی لاش میں بم رکھ دیا تاکہ جب لوگ لاش لینے آئیں تو وہ بھی ہلاک ہو جائیں۔ ان انتہا پسندوں نے بچوں کو ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا تاکہ سیکیورٹی چیک پوسٹ کو عبور کر سکیں۔ بعد میں انہوں نے اس کار کو دھماکہ سے اڑا دیا جس میں یہ بچے بیٹھے ہوئے تھے، ان دشمنوں نے اردن میں ایک شادی کی تقریب اور سعودی عرب میں ایک رہائشی عمارت کو نشانہ بنایا اس کے علاوہ جکارتہ کے ایک ہوٹل پر بم پھینکا۔

صدر محترم نے جلسہ میں موجود باضمیر خواتین و حضرات کو ان کا فرض یاد دلایا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ ان قاتل تحریکوں کے متعلق بات کریں اور اس کی مذمت کریں قبل اس کے کہ یہ طاقت حاصل کر لیں۔ صدر نے آزاد دنیا و مغربی ممالک اور امریکہ کو دعوت دی کہ وہ اعتدال پسند مسلمانوں کی مدد کے لیے آگے بڑھیں صدر نے آزاد دنیا پر الزام لگایا کہ ان کی غلط پالیسیوں کے نتیجہ میں مشرقی وسطی دہشت گردی اور مایوسی کا گہوارہ بن گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب کے خلاف مسلمانوں کا معاندانہ رویہ فروغ پایا صدر نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے اپنا پورا دور صدارت مسلمانوں کو دہشت گردی کے خلاف مدد، آزادی حاصل کرنے، خوش حالی اور امن کی پسندیدہ راہیں تلاش کرنے میں مدد دینے میں لگا دیا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام سے ہمدردی رکھنے والے امن پسند صدر نے افغانستان پر کارپٹ بمباری اور عراق کو صدام حسین کی دہشت گردی سے نجات دلانے میں سات لاکھ عراقیوں کی جان لینے اور تیس ہزار سے زائد امریکی فوجیوں کی قربانی دینے میں ان کے ملک کو جو جدوجہد کرنی پڑی اس کا تذکرہ انہوں نے ازراہ تواضع و خاکساری نہیں کیا اور نہ انہوں نے یہ بتانے کی زحمت فرمائی کہ نصف صدی سے مشرق وسطی اور عالم اسلام پر مسلط سفاک و ظالم حکمرانوں نے کس کی سرپرستی میں اپنے ملکوں کو تباہ و برباد کیا۔ بلاشبہ صدر بش کے دور صدارت کی یہ بہترین تقریر ہے جس نے ان کی شبیہ کو بہتر بنانے اور پوری دنیا میں ان کو امن پسند اور انسانیت کے ہمدرد اور تمام مذاہب کا یکساں احترام کرنے والے امریکی رہنما کے طور پر پیش کیا ہے لیکن ہمارے سامنے صدر عالی قدر کی ایک دوسری تقریر بھی ہے جس کو پڑھنے سے ان کی یہ تصویر انتہائی دھندلی بلکہ داغ دھبوں اور گرد و غبار سے میلی نظر آتی ہے۔ اس تصویر میں صدر محترم تمام کپڑوں سے بے نیاز نظر آتے ہیں، انکے اندرونی جذبات کا پورا عکس اس تصویر میں چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ یہ دوسری تصویر اس وقت کی ہے جب صدر بش نے مسیحی، یہودی یونین کے اجلاس کے موقع پر امریکی شہر نیو میکسیکو شہر کے "ایلبوک یرک"

مقام پر کی تھی اس تقریر کو واشنگٹن پوسٹ میگزین نے ۳۱ مئی ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں شائع کیا ہے۔

صدر فرماتے ہیں: صدر مجلس، اراکین کانگریس اور امریکی عوام!

آج کی رات میں نہایت فخر کے ساتھ آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سفید فام مسیحی اتحاد انتہائی طاقتور ہو چکا ہے، ہماری تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ امریکی طاقت، امریکی بالادستی اور امریکی اقدار نے ایسی عظمت ایسا احترام اور ایسی قبولیت حاصل کی ہو جیسا کہ آج ان کو حاصل ہے، امریکی جھنڈا، امریکی مسلح افواج سی۔آئی۔اے اور ایف۔بی۔آئی دہشت گردی کے خوف سے آزادی لانے اور امن وامان قائم کرنے کی خاطر سو سے زائد ملکوں میں موجود ہیں۔امریکی باشندوں کو اپنی حکومت اور مسلح افواج کے مردوں اور عورتوں پر فخر کرنا چاہئے جو امریکی طرز زندگی کی خاطر زندگی کی رعنائیوں کو قربان کر رہے ہیں۔

معززین برادران وطن! مجھے آج آپکو یہ بتاتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ طالبان کا خاتمہ ہو چکا ہے۔کابل آزاد ہو چکا ہے' اسامہ بن لادن اور ملا عمر یا تو ہلاک ہو گئے یا گرفتار ہونے والے ہیں اور چھپتے پھر رہے ہیں لیکن بہت دن تک نہیں، اسلئے کہ میں نے ان دونوں کو زندہ یا مردہ انصاف کے سامنے پیش کرنے کا عزم مصمم کر رکھا ہے۔مجھے آپکو یہ اطلاع دیتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ افغان عورتیں ہمیشہ کیلئے برقعوں سے آزاد ہو چکی ہیں۔افغان لڑکیاں اپنے اسکول کو لوٹ رہی ہیں۔وہ یہ پڑھ رہی ہیں کہ کیسے ہمیں امریکہ اور مغرب نے کامیابی و کامرانی عطا کی ہے۔مغربی تہذیب و ثقافت کی سب سے بڑی علامت ٹیلیویژن افغان باشندوں کی زندگی میں ایک مرتبہ پھر جگہ بنا چکا ہے۔افغانستان کے لوگ آج بڑے شادماں ہیں کہ وہ اپنے ملک میں آزادانہ گھوم پھر رہے ہیں۔مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ امریکیوں کی طرف سے بھیجے ہوئے کھانے پینے کے سامان "چیز" جیلی اور بسکٹ سے افغانی لطف اندوز ہو رہے ہیں۔صدر نے فرمایا: باوجود یہ کہ افغانستان کی جنگ قریب الختم ہے لیکن ہمارے سامنے ایک طویل راستہ ہے جس کو ہمیں بہت سے اسلامی و عربی ملکوں میں طے کرنا ہے۔ہم اس وقت تک نہیں بیٹھیں گے جب تک ہر مسلمان غیر مسلح، داڑھی منڈا، غیر مذہبی، امن کا دلدادہ اور امریکہ سے محبت کرنے والا نہ ہو جائے اور مسلمان عورت اپنے چہرے کو نقاب سے چھپانا نہ ترک کر دے۔

صدر نے فرمایا: ہمارے لیے ضروری ہے کہ اہم امور اور خفیہ معلومات کے میدان میں اپنے کردار کو وسیع کریں۔ایف۔بی۔آئی اور سی۔آئی۔اے امریکی مسلمانوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں جن میں ہزاروں مسلمان گرفتار ہو چکے ہیں۔ہم نے حقوق اور شہری آزادی کو بہت مقید کر دیا ہے۔ہم نے ذرائع ابلاغ اور اظہار رائے کی آزادی پر بھی کچھ پابندیاں لگائی ہیں۔نیز ہم نے ہوائی اڈوں پر مسافروں کے سامان کی تلاشی میں سختی برتی ہے۔سفید فام مسیحیوں اور یہودیوں کے علاوہ دیگر اقوام کا وجود ہمارے ملک میں خواہ وہ قانونی ہو یا غیر قانونی، ہماری قوم کیلئے خطرہ ہے ہم

اسرائیلی رہنما اریل شاروں کی اس رائے سے متفق ہیں کہ اقوام متحدہ، یورپی یونین، عرب لیگ، ریڈ کراسکی عالمی کمیٹی، ویٹیکن سٹی اور تمام اسلامی تنظیموں کو تحلیل کر دیا جائے آپ نے فرمایا: خواہ ہم اپنے دشمنوں کو انصاف کے سامنے پیش کریں یا ان پر انصاف نافذ کریں بہرحال وہ انصاف کا سامنا ضرور کریں گے۔ٹونی بلیئر کے الفاظ میں وقت آچکا ہے کہ ہم اعلان کر دیں کہ ہمیں دنیا کی از سر نو تشکیل کرنے دو تا کہ سارا عالم ہماری طرح ہو جائے۔

صدر نے اس جملے کی تشریح کرتے ہوئے مزید فرمایا: خدا کے فضل سے ہم سفید فارم تہذیب یافتہ اور شہری لوگ اس دنیا پر اپنے " آزادانہ " رحم دلانہ اور خوبصورت عقائد مسلط کر کے رہیں گے جو ہمارے مال و دولت اور ہمارے آفاقی پیغام کی بھوکی ہے۔آج سے مردوں کو داڑھی رکھنے کا پابند نہیں ہونا پڑے گا اور خواتین کو اپنے چہرے اور جسم چھپانے پر مجبور ہونا نہیں پڑے گا آج سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہر جگہ کے لوگ شراب پی سکیں گے، سگریٹ نوشی کر سکیں گے اور ہم جنس پرستی سے لطف اندوز ہو سکیں گے، وہ آزاد ہیں اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے خواہ وہ ہوٹلوں میں یا اپنے بیڈ روموں میں جنسی فلمیں دیکھیں یا خود وہ اس عمل میں حصہ لیں۔

ہم نے ہر ملک سے کہہ دیا کہ ہماری موجودہ حکومت کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو سختی سے دبا دیں، ہر ملک کو اب یہ اختیار کرنا ہی ہوگا کہ وہ ہمارے ساتھ ہیں یا دہشت گردوں کے ساتھ، امریکہ نے عالمی سطح پر بنیاد پرستوں کو اکھاڑ پھینکنے کا عزم کر رکھا ہے۔

جارج بش کے یہ افکار و خیالات اور عزائم ان کے ذاتی افکار و خیالات نہیں بلکہ وہ سپر پاور حکومت کے نمائندہ اور ترجمان ہیں، ہمارے رسالہ کا تعلق سیاست اور کسی متعین حکومت اور شخصیت سے نہیں بلکہ وہ ترجمان ہے اس ملت کا جو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس ملت اور اس کے دین کا بنیادی پیغام یہی ہے۔

ع ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

آئندہ شمارہ میں ہم انشاء اللہ ان دو متضاد تصویروں کے درمیان تیسری تصویر پیش کریں گے تا کہ جارج بش جس اسلام کے قائل اور وہ جس انسانیت کی صلاح وفلاح کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے سامنے اس تضاد کا حل بھی آجائے، اگر چہ بقول خودان کے میڈیا پر انہوں نے کچھ پابندیاں لگائی ہیں اور آزادی رائے کے اظہار پر بھی لیکن ہم اس بچی کچھی جمہوریت کا سہارا لے کر تیسری تصویر ان کے سامنے کرنے کی جرأت کر رہے ہیں اس امید میں کہ۔

شاید کہ ترے دل میں اتر جائے میری بات

---

## فیصلہ تیرا، ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم؟

صدر بش نے اسلامک سینٹر میں اعتدال پسندی کی دعوت دی ہے اور پوری دنیا کے باضمیر اور حساس انسانوں

سے پُر زور اپیل کی ہے کہ وہ انتہا پسندون کے مقابلہ میں اعتدال پسندوں کی مدد کریں۔ لیکن اس بات کی وضاحت نہیں ہوسکی کہ اعتدال پسندی کی تعریف ان کی نظروں میں کیا ہے، کیا امریکہ اعتدال پسند ملک ہے، سپر پاور کے نقطۂ نظر سے امریکہ اوراس کے حلیف ملکوں کی پالیسی اعتدال کے دائرہ میں ہے اس حد کے اندر رہ کر امریکہ نے افغانستان پر کار پٹ بمباری کی اور نائن الیون کو بہانہ بنا کر ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس اعتدال پسندی کا لبادہ اوڑھ کر آپ نے ساری دنیا کی مخالفت اور شدید ترین احتجاج کو نظر انداز کر کے عراق پر حملہ کر دیا اور اب تک صرف سات لاکھ عراقیوں کو ہلاک اور لاکھوں بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ بنا دیا گیا۔ اس اعتدال پسندانہ اور رحم لانہ جذبہ سے آپ کی فوجوں نے عراقی شہر فلوجہ اور انبار کو مٹی کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔ جہاں کی تباہی ہیروشیما اور ناگاساکی سے کہیں زیادہ ہولناک ہے، لیکن آپ کی حکومت اور میڈیا سب آپ کی تعریف کے گن گا رہے ہیں اور بے گناہ مارے جانے والے افغانیوں اور عراقیوں کو مجرم اور باغی اور دہشت گرد بتا رہے ہیں ایک سو چالیس ملکوں میں آپ کی مسلح افواج آپ کی اعتدال پسندی کو مسلط کرنے کے لیے موجود ہے۔

صدر محترم! آپ کو ایک ایسا مذہبی انسان بتایا جا رہا ہے جو اپنے دن کا آغاز انجیل کی تلاوت سے کرتا ہے اور وہائٹ ہاؤس کے سارے افسران کا اس پروگرام میں شرکت لازمی۔ غیر حاضر رہنے والوں کو نوٹ کیا جاتا ہے آپ کا اپنے خداؤں سے ایسا رابطہ اور قربت ہے کہ انہوں نے ہی آپ کو عراق پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ کیا یہ وہی مسیحیت ہے جس کی بنیادی تعلیم یہ تھی کہ اگر کوئی تمہارے داہنے رخسار پر طمانچہ مارے تو تم اپنا دوسرا رخسار بھی پیش کردو، لیکن امریکہ اوراس کے تمام مسیحی حلیفوں کا رویہ کیا ہے؟ آپ نے جو پالیسی بنائی ہے اس میں تو حضرت مسیح کی تعلیم کے برعکس آپ نے یہ ہدایت دی ہے کہ اگر کوئی حملہ کا ارادہ بھی کرے تو آگے بڑھ کر اس کو تباہ و برباد کر دو۔ ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ آپ نے اس سینٹ پال کا کردار ادا کیا ہے جس نے پوری مسیحیت کا ڈھانچہ بدل کر رکھ دیا تھا۔ صدیوں پہلے جب یہ مسیحیت فلسطین کی سرزمین سے نکلی اوراس نے رومن امپائر میں قدم رکھا تھا اس وقت سے اس نے اپنی اصلی شخصیت کھو دی تھی۔ یہ سینٹ پال اور قرون وسطیٰ Darkage کی مسیحیت ہے جسکے اندر اس بات کی قطعی صلاحیت نہیں کہ وہ امریکہ جیسے ابھرتے ہوئے دوڑتے ہوئے ملک اور بے تاب تہذیب اور نسل کی رہنمائی کر سکے۔ نہ اس میں جامعیت کا پیغام ہے اور نہ اس میں وہ اخلاقی طاقت ہے جو اس کو لگام دے۔ قرون وسطیٰ کی اس مسیحیت نے انکوائزیشن کے ذریعہ ایک کروڑ بیس لاکھ انسان تہ تیغ کئے، یہ تو (Dark Age) تاریک دور کا منظر تھا جب اس مسیحیت نے نام نہاد تہذیب و ثقافت کا لبادہ اوڑھ لیا تو بجلی کی روشنی میں دو عالمی جنگیں لڑی گئیں انسائیکلو پیڈیا کے مقالہ نگاروں کے مطابق پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں مقتولین کی تعداد ساٹھ لاکھ چالیس ہزار اور دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء) میں چالیس سے ساٹھ لاکھ انسان مقتول ہوئے اور ہیروشیما اور ناگاساکی جیسے آباد اور بارونق شہر ویران و برباد کر دیئے گئے۔ آخر اس سے انسانیت کو کیا فائدہ ہوا؟ کن ملکوں میں امن وامان کا دور دورہ ہوا۔ اس کے برعکس آپ

جس مذہب اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں اس کا حال یہ تھا کہ اس کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں جنگوں کی مجموعی تعداد ستائیس تھی ان سب میں دونوں فریقوں کے مقتولین کی کل تعداد ایک ہزار اٹھارہ تھی اور دس سال کے اندر دو سو چوہتر میل مربع کے اعتبار سے فتوحات کا دائرہ بڑھتا رہا، اس اعتبار سے ہر ماہ مسلمانوں میں ایک شہید اور ہر ماہ ایک سو پچاس دشمن کے قتل کا تناسب رہا، دس سال کے اندر دس لاکھ میل مربع کا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آ گیا اور امن وامان تو ایسا قائم ہوا کہ شام وایران کے دور دراز شہروں اور دیہاتوں سے کمزور ونا تواں خواتین بغیر کسی محافظ کے حجاز کا سفر کرتیں اور حج کر کے پھر اسی طرح امن وامان کے سایہ تلے واپس اپنے وطن جاتیں، بجز خدا کے انہیں کسی کا خوف نہ ہوتا، جب کہ خود آپ کے ملک کا حال یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد نیو یارک اور واشنگٹن جیسے شہروں میں کوئی تنہا شاہراہ عام پر نکلنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ہر سال پچاس ہزار امریکی اپنے ہی ہم وطنوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں آپ تو اپنے گھر سے خوب واقف ہونگے کہ یہاں جرائم کی پیمائش منٹوں اور سکنڈوں میں کی جاتی ہے۔ آپ نے امریکیوں ہی کو نہیں ساری دنیا کے انسانوں کے بارے میں یہ توقع ظاہر کی ہے کہ آپ کے عہد زریں میں تمام لوگ آزادی کے ساتھ شراب نوشی، جنسی عمل اور ہم جنسی سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔ ایک مذہبی انسان ہونے کے باوجود آپ ایسا کہہ رہے ہیں جب کہ ایک سابق صدارتی امیدوار بیوکانن نے The`dethof Thewest میں مغربی دنیا کی جنسی آزادی کو موت کے مترادف قرار دیا ہے کہ اس کی وجہ سے امریکہ اور مغربی ملکوں میں پیدائش کا تناسب گھٹ رہا ہے۔ یہ کیسا امن وامان ہے جو آپ کے ملک میں عنقا ہے۔ آپ ہیں کہ دوسرے ملکوں کو وہشت گردی سے پاک کرنے کے لیے بے چین ومضطرب ہیں۔ آپ ہی کی کتاب بائبل میں لکھا ہے کہ خیرات پہلے اپنے گھر سے شروع ہوتی ہے۔ آپ سب سے پہلے امن وامان اور خوش حالی کی فکر اپنے ملک کیلئے کریں۔ جہاں ۳۰ فیصدی لوگ خط افلاس سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں صحت اور تعلیم کے بجٹ سے رقمیں کاٹ کر جنگ پر خرچ کی جا رہی ہیں۔

صدر محترم! سائنسی دور کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ تجربات اور حقیقت پسندی کا دور ہے، موبائل کے اس عہد میں ہر سکنڈ اور ہر پل کا حساب آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا جاتا ہے۔ آپ کے پڑھے لکھے مشیروں نے یقیناً حساب لگا کر آپ کو بتایا ہوگا کہ عراق کی جنگ پر ہر ماہ ایک ارب ڈالر کی لاگت آ رہی ہے اس نقد رقم کے علاوہ دونوں طرف کتنے بے گناہ انسان قتل ہو رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کو اپنے اقدامات پر افسوس ہو رہا ہوگا۔ آپ کے جن مشیروں نے آپ کو جنگ کا مشورہ دیا تھا وہ بھی یکے بادیگرے آپ کو دلدل میں پھنسا کر الگ ہو گئے۔ آپکے سب سے بڑی حامی اخبار نیو یارک ٹائمس میں نکولس، ڈی کرسٹوف نے آپکے خلاف جھوٹ بولنے کے بیس دستاویزی ثبوت شائع کیئے ہیں یہ آپ کے بارے میں گھر کے بھیدی کی گواہی ہے ہم غیر مہذب دنیا کے لوگ کیا عرض کر سکتے ہیں، امور مملکت خویش خسرواں دانند۔

اسلامک سنٹر میں کی گئی تقریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ پانچ سال کے تجربات سے آپ نے بہت کچھ سیکھا ہے،

آپکے مشیروں نے بتایا ہوگا کہ عراق کے خلاف جنگی بجٹ میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے، ۲۰۰۳ء سے مارچ ۲۰۰۶ء تک اس میں اڑتالیس فیصد اضافہ ہو چکا ہے، پنٹاگن کے سروے کے مطابق عراق میں مقیم ۷۵ فیصد فوجیوں نے عراق سے جلد نکل جانے کی رائے دی ہے، ایک دوسرے سروے میں پنٹاگن نے اعتراف کیا کہ وہ عراق میں جنگ جیت نہیں سکتا، اب وہاں ویتنام کا تجربہ نہ دہرایا جائے آپکے مشہور رسالہ یو۔ ایس۔ اے ٹوڈے کے نامہ نگار نے امریکی فضائیہ اور امریکی میرینز کے مہیا کردہ اعداد وشمار کے حوالہ سے کہا ہے کہ مارچ ۲۰۰۶ء تک پندرہ ہزار امریکی فوجی مارے گئے۔ ۲۵ ہزار سنگین طور سے زخمی ہوئے، چھبیس ہزار میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ برطانوی فوجوں میں سے بھی بارہ ہزار فوجی راہ فرار اختیار کر چکے ہیں، خاصی تعداد اعصابی امراض میں مبتلا ہے ہر ماہ بارہ سو بم سڑکوں پر پھٹنے کا اوسط ہے، ۲۵ فیصدی فوجی اس بم دھماکہ سے مرتے ہیں۔ اتنی جانی اور مالی قربانیوں کے باوجود ابھی تک عراق پر مکمل قبضہ نہ ہو سکا۔ یہی حال افغانستان میں آپ کی فوجوں کا ہو رہا ہے جہاں پانچ سال گزرنے کے باوجود اسامہ بن لادن اور ملا عمر جیسے کمزور اور بے سہارہ انسان کو تلاش کرنے میں آپ ناکام رہے یا یہ بھی امریکی ڈرامہ ہے؟ اس کے بالمقابل آپ نے صلیبی جنگ کی تاریخ میں پڑھا ہوگا کہ یورپی ملکوں کی متحدہ فوجی طاقت کو تن تنہا سلطان صلاح الدین ایوبی نے صرف ایک ماہ کے اندر ایسی شکست دی کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان کے اندر دوبارہ عالم اسلام کے خلاف اٹھنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ جب وہ آپ کی قیادت میں اس مقدس جنگ کے لیے اٹھی بھی تو اس کا یہ حشر ہو رہا ہے۔ اسلامک سنٹر میں آپ نے جو تاثرات ظاہر کئے ہیں وہ آپ نے سپر پاور کے صدر کی حیثیت سے ظاہر کئے ہیں۔ جس میں رسی کے جلنے کے باوجود اینٹھن کے باقی رہنے کا تاثر ہے، سپر پاور کی حیثیت سے ایسا کرنا بھی ضروری ہے تا کہ بھرم قائم رہے، آپ کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ امریکہ کی خوشحالی اور آزادی اور امن وامان داؤں پر لگ گیا ہے۔ اسلئے اس کو دلدل سے نکالنا چاہئے، اس تاثر میں ہم آپ کیساتھ پوری ہمدردی رکھتے ہیں، ہم آپ کو یاد دلانا مناسب سمجھیں گے کہ اسی اسلامک سینٹر واشنگٹن ڈی سی میں آج سے تیس سال پہلے انسانی دنیا کے ایک ممتاز مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے امریکی عقلاء، دانشوروں اور فلسفیوں کے سامنے یہ سوال اٹھایا تھا کہ امریکہ دوسری قوموں پر پانی کی طرح ڈالر خرچ کرتا ہے۔ ان کو غلہ بھی دیتا ہے فوجی مدد بھی فراہم کرتا ہے، مشینری بھی دیتا ہے اس کے باوجود یہ قومیں اس کا احسان کیوں نہیں مانتیں، لوگ اس پر تنقید کرتے اور اس کے خلاف کتابیں لکھتے ہیں۔ اس سے محبت کرنے کے بجائے ہر وقت اس کے زوال کے منتظر رہتے ہیں۔ (اب جبکہ امریکہ پوری دنیا کے مسلمانوں سے جنگ کر رہا ہے تو مسلمان تو بڑی بات ہے کوئی ایسا شخص بھی امریکہ سے محبت کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا جس کے اندر ذرہ برابر بھی انسانیت کی حس ہو)۔

صدر محترم! اس مفکر نے امریکہ کو اس بھنور سے نکالنے کے لیے دو بنیادی چیزوں کی طرف اشارہ کیا تھا، کاش آپ ان پر غور کرتے، انہوں نے ایک بنیادی بات تو یہ کہی کہ امریکہ اور مغربی دنیا نے جس عیسائیت کو اختیار کر رکھا ہے یہ وہ عیسائیت قطعاً نہیں ہے جسکے پیغمبر حضرت عیسیٰؑ نے پوری دنیا کو امن وامان کی دعوت دی تھی۔ بلکہ اس وقت جس

عیسائیت پر امریکہ گامزن ہے وہ سینٹ پال کی پیدا کی ہوئی ہے اور یہ اس کی ذہانت کا نتیجہ ہے اس کے اندر قطعاً یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ امریکہ جیسے سرسبز و شاداب اور بے چین و بے تاب اور خدائی نعمتوں سے مالا مال ملک کی رہنمائی کر سکے، امریکہ کے پاس سب کچھ ہے لیکن وہ کتاب الٰہی اور آسمانی تعلیمات سے محروم ہے۔اس محرومی کی وجہ سے امریکہ کے کسی کام میں خلوص نہیں محبت نہیں، سچی ہمدردی اور انسانیت کے ساتھ غم خواری کا جذبہ نہیں اس کا نتیجہ ہے کہ کھربوں ڈالر جو وہ خرچ کرتا ہے وہ سب ضائع چلا جاتا ہے، اس کے جواب میں اس کو تصنع ملتا ہے، دنیا سازی، دھوکہ بازی اور نفاق مل رہا ہے، امریکہ سے لوگ اس وقت دل سے محبت کر سکتے ہیں جب کہ اس کا رشتہ اسلام سے، نبوت محمدی اور آسمانی تعلیمات اور اسلامی اقدار سے قائم ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو ساری دنیا پر رحمتوں کے دروازے کھل جائیں۔آج دنیا کی قسمت بدل جائے، جنگوں کے بادل چھٹ جائیں، دلوں سے نفرت دور ہو جائے، انسان انسان بن جائے۔صدر محترم! آپ نے شاید اسلامی فتوحات کی تاریخ پڑھی ہوگی کہ پچاس سال کے اندر مصر و شام، عراق سے لیکر مراکش تک بسنے والی قومیں نہ صرف مسلمان ہو گئیں بلکہ وہ بخوشی اپنی دو ہزار اور چار ہزار سالہ تہذیب و ثقافت اور زبان سے بھی دستبردار ہو گئیں، آج بھی چودہ سو سال گزرنے کے باوجود ان ملکوں میں عربی زبان کے خلاف کوئی تحریک نہیں چل رہی ہے جب کہ مشرق ملکوں میں انگریزی کے خلاف تحریکیں چل رہی ہیں اور وہ دن دور نہیں جب یہ قومیں یہ جُوا بھی اتار پھینکیں گی۔

صدر محترم! ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کی تقریر دل پذیر کے جواب میں اسلامک سینٹر نے کیا پیغام دیا، اگر اس موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ہوتے تو وہ آپ کو یہ پیغام دیتے جو انہوں نے ہندوستان کے ایک وزیر اعظم کو دیا تھا۔اس میں انہوں نے مذاہب و تاریخ کے مطالعہ اور تجربات کی روشنی میں کہتا تھا کہ:

" آخر میں ایک بات ایک مذہبی انسان اور تاریخ عالم اور سیاسیات قدیم و جدید کے ایک طالب علم و مصنف کی حیثیت سے کہنا چاہوں گا کہ تاریخ و تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ سب سے بڑی سیاست " خلوص " ہے آخر میں اسکی فتح اور اس کے حامل کو کامیابی حاصل ہوتی ہے، یہ وہی ہتھیار ہے جو دشمنوں کو دوست اور دوستوں کو فدائی بناتا ہے اور بالآخر کامیابی دلاتا ہے۔یہی وہ خلوص ہے جس کا ماں کی مامتا میں، پیغمبروں اور بے لوث درویشوں کی شفقت میں، ملکوں کو آزاد کرانے والوں اور اپنے خاندان اور عزیزوں کو بھول کر ملک و قوم کی خاطر بیگانوں کو ترجیح دینے والوں اور ذاتی و خاندانی سربلندی کے بجائے ملک کی طاقت وعزت کو مقدم رکھنے والوں کی بلند نگاہی میں اظہار ہوا ہے اور اب بھی ہندوستان جیسے عظیم ملک اور مختلف المذاہب اور مختلف الاقوام معاشرہ اور نئے نئے مسائل کا مقابلہ کرنے والے عہد کو یہی " خلوص " بچا سکتا ہے اور ہمیں آپ سے بھی امید ہے۔ (کاروان زندگی، ۵/۴۵)

فیصلہ تیرا، ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم (بشکریہ تعمیر حیات)